روزنامہ
1913ء سے جاری شدہ
FR-10
الفضل
The ALFAZL Daily
ٹیلی فون نمبر 047-6213029
web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org
ایڈیٹر : عبدالسمیع خان
سوموار 19 مئی 2014ء 19 رجب 1435 ہجری 19 ہجرت 1393 ہش جلد 64-99 نمبر 113

## انجام بخیر کی دعا

حضرت یوسف علیہ السلام کو قید کے ابتلاء کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے حکومت عطا کی اور آپ کے بھائی والدین کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے شکرانہ کے طور پر یہ دعا کی۔
اے میرے رب! تو نے مجھے حکومت کا ایک حصہ بھی عطا کیا ہے اور تعبیر الرؤیا کا بھی کچھ علم تو نے مجھے بخشا ہے۔ (اے) آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے تو (ہی) دنیا اور آخرت (دونوں) میں میرا مددگار ہے۔ (جب بھی میری موت کا وقت آئے) مجھے اپنی کامل فرماں برداری کی حالت میں وفات دے اور صالحین (کی جماعت) کے ساتھ ملا دے۔ (یوسف:102)

# اخلاق عالیہ حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت پیر سراج الحق صاحب فرماتے ہیں کہ اٹھارہ بیس برس کا ایک شخص نوجوان تھا وہ بیمار ہوا اور اس کو حضرت مسیح موعود کے حضور کسی گاؤں سے لے آئے اور وہ قادیان میں آپ کی خدمت میں آیا چند روز بیمار رہ کر وفات پا گیا صرف اس کی ضعیفہ والدہ ساتھ تھی حضرت اقدس نے حسب عادت شریفہ اس مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی بعض کو باعث لمبی لمبی دعاؤں کے نماز میں دیر لگنے کے چکر بھی آ گیا اور بعض گھبرا اٹھے (یہ گھبرانا اور چکرانا یا تھک جانا دراصل ابتدائی حالت ہے ورنہ بعد میں جو اس تعلیم حقہ اور صحبت کے یقینی رنگ میں رنگے گئے پھر تو ذوق وشوق کی حالت ہر ایک میں ایسی پیدا ہوگئی کہ دیر بھی عجلت معلوم ہوتی تھی اور ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ ابھی اور لمبی نماز کی جائے اور نماز اور دعاؤں کو طول دیا جائے روز بروز ہر ایک کا قدم ترقی پر تھا اور وقتاً فوقتاً سلوک کی منازل طے کرتا تھا اور یقین کا درجہ حاصل کرتا تھا۔ اور یہی کو نوامع الصادقین کا نتیجہ اور علت غائی ہے) بعد سلام کے فرمایا کہ وہ شخص جس کے جنازہ کی ہم نے اس وقت نماز پڑھی اس کے لئے ہم نے اتنی دعائیں کی ہیں اور ہم نے دعاؤں میں بس نہیں کی جب تک اس کو بہشت میں داخل کرا کر چلتا پھرتا نہ دیکھ لیا یہ شخص بخشا گیا اس کو دفن کر دیا رات کو اس کی والدہ ضعیفہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں بڑے آرام سے ٹہل رہا ہے اور اس نے کہا کہ حضرت کی دعا سے مجھے بخش دیا اور مجھ پر رحم فرمایا اور جنت میرا ٹھکانا کیا گو کہ اس کی والدہ کو اس کی موت سے سخت صدمہ تھا لیکن اس مبشر خواب کے دیکھتے ہی وہ ضعیفہ خوش ہوگئی اور تمام صدمہ اور رنج وغم بھول گئی اور یہ غم مبدل بہ راحت ہوگیا۔

(تذکرۃ المہدی ص79-80)

حضرت مسیح موعود کی مبارک زندگی کے آخری دن کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:

صبح ہوگئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے۔ جب ذرا روشنی ہوگئی تو حضور نے پوچھا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ حضور ہوگیا ہے اس پر حضور نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمّم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔ اسی حالت میں تھے کہ غشی سی طاری ہوگئی اور نماز پوری نہ کر سکے۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے پھر دریافت فرمایا کہ صبح کی نماز کا وقت ہوگیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہوگیا ہے۔ آپ نے پھر نیت باندھی اور لیٹے لیٹے نماز ادا کی۔ اس کے بعد نیم بے ہوشی کی کیفیت طاری رہی مگر جب کبھی ہوش آتا تھا وہی الفاظ اللہ میرے پیارے اللہ سنائی دیتے تھے اور ضعف لحظہ بلحظہ بڑھتا جاتا تھا۔ (سلسلہ احمدیہ ص183)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب فرماتے ہیں:

’’آپ کا آخری کام بھی دنیا میں عبادت الٰہی ہی تھا۔ آپ کی وفات کے وقت میں حضور کے قدموں میں حاضر تھا۔ جب تک آپ بول سکتے تھے۔ سوائے اس کے کوئی لفظ آپ کے منہ پر نہ تھا کہ اے میرے پیارے اللہ! اے میرے پیارے اللہ! آخری نصف شب اس حالت میں گزری یہاں تک کہ گلے کی خشکی کے سبب بولنا دشوار ہوگیا۔ جب کمرے میں فجر کی کچھ روشنی آپ نے دیکھی تو فرمایا نماز! اس وقت یہ عاجز حضور کے پاؤں دبا رہا تھا اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب......خلیفۃ المسیح نے جو سرہانے کے قریب بیٹھے تھے، یہ سمجھا مجھے فرماتے ہیں کہ نماز کا وقت ہوگیا نماز پڑھ لو۔ انہوں نے عرض کی میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ آپ نے دوبارہ فرمایا نماز! اور ہاتھ سینے پر باندھ کر نماز پڑھنی شروع کی۔ اس کے بعد حضور نے پھر کوئی کلمہ نہیں بولا یہاں تک کہ آٹھ بجے کے قریب حضور کا وصال اپنے حقیقی معبود اور محبوب کے ساتھ ہوگیا۔ پس آپ کا آخری فعل بھی اس دنیا میں عبادت ہی تھا۔ خلوت میں بھی عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور جلوت میں بھی آپ عبادت الٰہی میں لگے رہتے تھے۔ آپ کا جینا بھی عبادت الٰہی میں تھا اور آپ کا فوت ہونا بھی عبادت الٰہی میں ہوا‘‘۔ (الفضل 3 جنوری 1931ء)

## پریس ریلیز

### توہین مذہب کے بے بنیاد الزام کے تحت گرفتار احمدی پولیس حراست میں راہ مولیٰ میں قربان کر دیئے گئے

### تمام انبیاء پر ایمان لانے والا کوئی احمدی توہین مذہب کا تصور بھی نہیں کر سکتا

(مرسلہ: نظارت امور عامہ)

چناب نگر ربوہ (پ ر) تھانہ شرقپور ضلع شیخوپورہ میں توہین مذہب کے بے بنیاد الزام کے تحت حراست میں لئے گئے ایک احمدی مکرم خلیل احمد صاحب کو مورخہ 16 مئی 2014ء کو پولیس حراست میں راہ مولیٰ میں قربان کر دیا گیا۔ تفصیلات کے مطابق چند دن قبل بھوئیوال ضلع شیخوپورہ میں ایک معمولی لڑائی جھگڑے کو بنیاد بنا کر گاؤں کے شرپسند عناصر نے لاؤڈ سپیکر پر گاؤں کے لوگوں کو اشتعال دلا کر ہجوم جمع کر لیا جس نے گاؤں کا محاصرہ کر کے احمدیوں کے گھروں پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ بعدازاں پولیس نے 4 احمدیوں غلام احمد صاحب، احسان احمد صاحب، مبشر احمد صاحب اور خلیل احمد صاحب کے خلاف زیر دفعہ A / 295 (توہین مذہب)، 2 / 337 اور 427 کے تحت مقدمہ درج اور نامزد ملزمان میں سے خلیل احمد صاحب کو گرفتار کر لیا تھا۔

ایف آئی آر میں نامزد ملزمان میں سے دیگر تینوں ملزمان کی عبوری ضمانت عدالت نے منظور کر لی تھی۔ جبکہ خلیل احمد صاحب تھانہ شرقپور پولیس کی حراست میں تھے۔ جمعہ کے روز سلیم احمد نامی شخص نے تھانہ میں گھس کر حوالات میں زیر حراست خلیل احمد صاحب پر فائرنگ کر دی جس سے وہ جاں بحق ہو گئے۔ قاتل کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ خلیل احمد صاحب کی عمر 65 سال تھی اور ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ 2 بیٹے اور 2 بیٹیاں شامل ہیں۔

جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان مکرم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ نے انتہائی رنج وغم کا

باقی صفحہ 8 پر

# بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

’’بیعت میں جاننا چاہئے کہ کیا فائدہ ہے اور کیوں اس کی ضرورت ہے؟ جب تک کسی شے کا فائدہ اور قیمت معلوم نہ ہو، تو اس کی قدر آنکھوں کے اندر نہیں سماتی۔ جیسے گھر میں انسان کے کئی قسم کا مال واسباب ہوتا ہے۔ مثلاً روپیہ، پیسہ، کوڑی، لکڑی وغیرہ۔ تو جس قسم کی جو شے ہے، اسی درجہ کی اس کی حفاظت کی جاوے گی۔ ایک کوڑی کی حفاظت کے لیے وہ سامان نہ کرے گا جو پیسہ اور روپیہ کے لیے اسے کرنا پڑے گا اور لکڑی وغیرہ کو تو یونہی ایک کونہ میں ڈال دے گا۔ علیٰ ہذالقیاس جس کے تلف ہونے سے اس کا زیادہ نقصان ہے۔ اس کی زیادہ حفاظت کرے گا۔

اسی طرح بیعت میں عظیم الشان بات توبہ ہے۔ جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ توبہ اس حالت کا نام ہے کہ انسان اپنے معاصی سے جن سے اس کے تعلقات بڑھے ہوئے ہیں اور اس نے اپنا وطن انہیں مقرر کر لیا ہوا ہے گویا کہ گناہ میں اس نے بودوباش مقرر کر لی ہوئی ہے۔ اس وطن کو چھوڑنا اور رجوع کے معنے پاکیزگی کو اختیار کرنا۔ اب وطن کو چھوڑنا بڑا گراں گزرتا ہے اور ہزاروں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک گھر جب انسان چھوڑتا ہے تو کس قدر اسے تکلیف ہوتی ہے اور وطن کو چھوڑنے میں تو اس کو سب یاردوستوں سے قطع تعلق کرنا پڑتا ہے اور سب چیزوں کو مثل چارپائی، فرش وہمسائے، وہ گلیاں کوچے۔ بازار سب چھوڑ چھاڑ کر ایک نئے ملک میں جانا پڑتا ہے یعنی اس (سابقہ) وطن میں کبھی نہیں آتا۔ اس کا نام توبہ ہے۔ معصیت کے دوست اور ہوتے ہیں اور تقویٰ کے دوست اور۔ اس تبدیلی کو صوفیاء نے موت کہا ہے جو توبہ کرتا ہے، اسے بڑا حرج اٹھانا پڑتا ہے اور سچی توبہ کے وقت بڑے بڑے حرج اس کے سامنے آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ رحیم وکریم ہے۔ وہ جب تک اس کل کا نعم البدل عطا نہ فرماوے، نہیں مارتا ...... (البقرہ:223) میں یہی اشارہ ہے کہ وہ توبہ کر کے غریب، بیکس ہو جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اس سے محبت اور پیار کرتا ہے اور اُسے نیکوں کی جماعت میں داخل کرتا ہے۔ دوسری قومیں خدا کو رحیم وکریم خیال نہیں کرتیں۔ عیسائیوں نے خدا کو تو ظالم جانا اور بیٹے کو رحیم کہ باپ تو گناہ نہ بخشے اور بیٹا جان دے کر بخشوائے۔ بڑی بیوقوفی ہے کہ باپ بیٹے میں اتنا فرق ہو۔ والد مولود میں مناسبت اخلاق، عادات کے ہوا کرتی ہے (مگر یہاں تو بالکل ندارد) اگر اللہ رحیم نہ ہوتا تو انسان کا ایک دم گذارہ نہ ہوتا۔ جس نے انسان کے عمل سے پیشتر ہزاروں اشیاء اُس کے لئے مفید بنائیں، تو کیا یہ گمان ہوسکتا ہے کہ توبہ اور عمل کو قبول نہ کرے...... بیعت رسمی فائدہ نہیں دیتی۔ ایسی بیعت سے حصہ دار ہونا مشکل ہوتا ہے۔ اسی وقت حصہ دار ہوگا جب اپنے وجود کو ترک کر کے بالکل محبت اور اخلاص کے ساتھ اس کے ساتھ ہو جاوے۔ منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچا تعلق نہ ہونے کی وجہ سے آخر بے ایمان رہے۔ ان کو سچی محبت اور اخلاص پیدا نہ ہوا، اس لیے ظاہری لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ان کے کام نہ آیا تو ان تعلقات کو بڑھانا بڑا ضروری امر ہے۔ اگر ان تعلقات کو وہ (طالب) نہیں بڑھاتا اور کوشش نہیں کرتا، تو اس کا شکوہ اور افسوس بے فائدہ ہے۔ محبت و اخلاص کا تعلق بڑھانا چاہئے۔ جہاں تک ممکن ہو اس انسان (مرشد) کے ہمرنگ ہو۔ طریقوں میں اور اعتقاد میں۔ نفس لمبی عمر کے وعدے دیتا ہے۔ یہ دھوکہ ہے۔ عمر کا اعتبار نہیں ہے۔ جلدی راستبازی اور عبادت کی طرف جھکنا چاہئے اور صبح سے لے کر شام تک حساب کرنا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 2 تا 4)

# حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ نکاح

## فرمودہ 5 مارچ 2012ء

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 5 مارچ 2012ء کو بیت فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد وتعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس وقت میں ایک نکاح کا اعلان کروں گا جو عزیزہ طلعت جبین انور بنت مکرم عبدالمالک خان انور صاحب کا عزیزم انمول نوید ابن مکرم محمد جاوید چیمہ صاحب کے ساتھ پچیس ہزار پاؤنڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ کرے یہ نکاح، یہ بندھن ہر لحاظ سے بابرکت ہو اور دونوں لڑکا اور لڑکی ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے اس کو نبھانے والے ہوں۔ اسی طرح ایک دوسرے کے خاندانوں کا، ایک دوسرے کے عزیزوں کا، قرابت داروں کا، رحمی رشتوں کا خیال رکھنے والے ہوں۔ لڑکی بھی اپنے خاوند کے رشتوں کا خیال رکھنے والی ہو اور خاوند اپنی بیوی کے رشتوں کا خیال رکھنے والا ہو اور یہی چیز ہے جس سے پھر ایک معاشرہ میں محبت اور پیار کی فضا قائم ہوتی ہے اور یہی چیز ہے جس کا احمدیوں کو خاص طور پر بہت زیادہ اظہار کرنا چاہئے اور اسے اپنے اوپر لاگو کرنا چاہئے۔

حضور انور نے فرمایا:۔ اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود کو مان کر یہ ایک انقلاب ہے جو ہمارے اندر آنا چاہئے کہ ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں، رشتے نبھائیں، رشتوں کی باریکیوں کو دیکھیں اور حتیٰ الوسع کوشش کریں کہ کسی طرح بھی، کسی بھی صورت میں کسی کو ایک دوسرے سے کسی بھی قسم کی جذباتی ٹھیس نہ پہنچے۔

اللہ کرے کہ یہ دونوں لڑکا اور لڑکی اور ان کے خاندان بھی اس نہج پر اپنے رشتوں کو نبھانے والے ہوں۔ ان چند الفاظ کے بعد اب میں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضور انور نے فریقین میں ایجاب وقبول کروایا، رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

(مرتبہ: مکرم ظہیر احمد خان صاحب مربی سلسلہ۔ لندن)

Talha
880

مکرم مرزا انوار الحق صاحب مربی سلسلہ

# احمدیہ بیت اوگیلیتے

# بینن کی تعمیر اور افتتاح

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت احمدیہ بینن کو مورخہ 24 جنوری 2014ء بروز جمعۃ المبارک پوبے ریجن کے ایک گاؤں اوگیلیتے (Oguelete) میں احمدیہ بیت کا افتتاح کرنے کا موقع ملا۔

ساڑھے گیارہ بجے بیت کی افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا جس کی صدارت مکرم رانا فاروق احمد صاحب امیر جماعت بینن نے کی۔ تلاوت قرآن کریم ایک خادم حافظ کبیر صاحب نے کی جو کہ بینن جماعت کے پہلے حافظ قرآن ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود کی نظم ’’وہ پیشوا ہمارا‘‘ کے بعد مکرم مصلحو بکری صاحب نائب امیر نے احباب کو اپنی تقریر میں بیت کی اہمیت اور آداب کے بارے میں مفید نصائح کیں۔ بعد ازاں مکرم عطاء المنعم ملک صاحب (مربی سلسلہ) نے اپنی تقریر میں عبادت کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد علاقے کے لوکل افسران، روایتی بادشاہ اور مسلمانوں کے امام نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور سب نے جماعت کا بہت شکریہ ادا کیا اور برملا یہ بات کہی کہ یہ گرانقدر قربانی اور کاوش جماعت احمدیہ کی یہاں کے عوام کے ساتھ بے لوث محبت کو ظاہر کرتی ہے۔

اس کے بعد مکرم امیر صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ میں احباب جماعت کو عبادت کی اہمیت اور مالی قربانی اور بیت کو آباد رکھنے کی طرف توجہ دلائی۔ اور انہوں نے ہی بیت میں پہلی نماز جمعہ پڑھائی۔ تمام احباب جماعت کی خوشی اس وقت دیدنی تھی۔ کیونکہ قبل ازیں یہاں نماز پڑھنے کے لئے کوئی عمارت موجود نہ تھی بلکہ کھلے آسمان کے نیچے صفیں بچھا کر نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اور آج اللہ کے فضل سے بیت نمازیوں سے اتنی بھر گئی کہ لجنہ نے جمعہ بیت کے باہر ادا کیا۔

نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد تمام شاملین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا اور دعا کے ساتھ اس بابرکت تقریب کا اختتام ہوا۔ اس تقریب میں کل 306 افراد نے شرکت کی۔ 12 جماعتوں کی نمائندگی ہوئی۔ نیز ایک مرکزی وفد بھی اس تقریب میں شامل ہوا۔

بیت کا مسقّف حصہ 10 میٹر لمبا اور 8 میٹر چوڑا ہے۔ جبکہ لوکل جماعت نے 25 میٹر چوڑا اور 25 میٹر لمبا پلاٹ جماعت کو بیت کی تعمیر کے لیے تحفتاً دیا۔ اسی طرح بیت کی تعمیر میں انفرادی مدد کے علاوہ استعمال ہونے والا پانی جو کہ کافی دور سے لایا جاتا تھا وہ بھی لجنہ نے وافر مہیا کیا۔ اسی طرح بیت کی چھت میں استعمال ہونے والی تمام لکڑی بھی لوکل جماعت نے مہیا کی۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بیت کو ہمیشہ مخلص نمازیوں سے بھرا رکھے اور ہدایت کا مرکز بنائے اور جن احباب نے کسی بھی طرح اس بیت کی تعمیر میں حصہ لیا اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ آمین

(الفضل انٹرنیشنل 21 مارچ 2014ء)

☆..........☆..........☆

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ ............ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ............ مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ ............ قیمت 5 روپے

مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف

# علم حدیث اور اس کی افادیت

حدیث کے لغوی معنے تو بات کے ہیں لیکن اصطلاح اسلام میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو حدیث کہتے ہیں۔ قرآن مجید کے بعد تمام مسلمانوں کے نزدیک بالاتفاق حدیث کا علم اشرف واولیٰ ہے۔ قرآن مجید کا مفہوم اور لفظ ہر دو خدا تعالیٰ کے ہیں لیکن حدیث میں مفہوم تو خدا تعالیٰ کا ہے لیکن الفاظ آنحضرت ﷺ کے ہیں۔ اسی لئے قرآن کو وحی متلو (یعنی وہ وحی جو تلاوت کی جاتی ہے) اور حدیث کو وحی غیر متلو (یعنی وہ وحی جو تلاوت نہیں کی جاتی) کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی وجہ قرآن مجید کی وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ہمارا رسول اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ اس کا نطق ہماری وحی سے ہے۔ اور قند پارسی میں مولانا رومؒ نے اسے یوں ادا کیا ہے۔

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

## سنت اور حدیث میں فرق

یہ تو اس علم کے شرف کے بارہ میں تھا۔ لیکن دین میں اساسی طور پر پہلا درجہ قرآن مجید کا ہے۔ دوسرا سنت یعنی آنحضرت ﷺ کی فعلی روش ہے۔ اور تیسرے آنحضرت ﷺ کے ارشادات۔ لیکن متقدمین اور متاخرین میں سے بہت کم نے اس فرق کو واضح کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے درجات کی تعیین میں بھی غلطی کھائی ہے۔

## حدیث کی حفاظت

آنحضرت ﷺ کی عظمت شان کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو آپؐ سے جو محبت تھی اس کا تقاضا یہ تھا کہ شمع رسالت کے پروانے آپؐ کے ہر ارشاد کو سنتے اور اسے اپنے سینوں میں محفوظ کرتے۔ جملہ انبیاء علیہم السلام میں سے یہ شرف صرف پیغمبر بطحاء (ﷺ) کو ہی حاصل ہے کہ اس کی قوم نے اس کے ہر لفظ کو محفوظ کرنے کی کوشش کی۔ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں یہ حفاظت ایماندار سینوں نے کی۔ یوں بھی عربوں کا حافظہ اتنا عمدہ اور اعلیٰ تھا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس پر مستزاد یہ کہ انہیں محمد ﷺ جیسا محبوب آقا مل گیا۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور ہم تک اس امانت کو بحفاظت تمام پہنچایا۔ اور انہی الفاظ میں پہنچایا جو آنحضرت ﷺ نے فرمائے تھے۔

اس کا ایک ناقابل تردید تاریخی ثبوت وہ خط ہے جو 7 ہجری میں آنحضرت ﷺ نے اسکندریہ و مصر کے بادشاہ مقوقس کو لکھا۔ یہ خط صدیوں مستور رہنے کے بعد دریافت ہوا اور اب ترکی میں محفوظ ہے۔ اسی میں وہی الفاظ مرقوم ہیں جو آج سے چودہ سو سال قبل صحابہ نے بیان کئے تھے۔ مفہوم تو الگ رہا، لفظ تک کی تبدیلی نہیں۔ تقدیم و تاخیر نہیں۔ بعض صحابہ کو تو ہزار ہا احادیث نوک زبان تھیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کو 8 ہزار حضرت عائشہؓ کو 2500 ہزار، حضرت عباسؓ کو 2266، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو 2630، حضرت ابوسعید خدریؓ کو 2170، حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن عمرو کو 2540، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو 700، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو 360 احادیث زبانی یاد تھیں اور مشہور تابعی محدث حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو تو 6 لاکھ احادیث ازبر تھیں اور جب آپ کا امتحان لیا گیا تو آپ سے ایک لفظ کی بھی فروگزاشت نہ ہوئی۔

## کتابت حدیث

یوں عمومی طور پر ابتدائی زمانہ میں احادیث کو لکھنے کی اجازت نہ تھی۔ عمومی میں نے اس لئے کہا کہ بعض صحابہ بعض احادیث کو قلمبند بھی کر لیتے تھے۔ مثلاً حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عمرو بن عاص آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو ضبط تحریر میں بھی لائے تھے اور آغاز اسلام میں آنحضرت ﷺ نے حدیث کو لکھنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ ہنوز فکر و ذہن میں اتنی پختگی نہ آئی تھی کہ قرآن و حدیث میں فرق کر سکے۔ لہٰذا لکھنے سے ایک حد تک منع فرمایا لیکن جب انسانی فکر قرآن اور حدیث کے درمیان تمیز کرنے لگ گیا تو آپ نے خود بعض صحابہ کو اپنے ارشاد کے ماتحت احادیث لکھوا کر دیں۔ یہ وجہ مشہور شارح حدیث حضرت امام نووی علیہ الرحمۃ نے مسلم کی شرح میں بیان کی ہے۔ پس صحابہ نے اسے اپنے سینوں میں محفوظ کیا۔ لیکن جب یہ حاملین ارشادات نبوی دنیا سے رخصت ہونا شروع ہوئے اور بعض سیاسی مصالح کی بناء پر آمیزش کا خطرہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو توفیق دی کہ وہ اس قیمتی ذخیرہ کو محفوظ کر دیں۔ آپ اسلام کی دوسری صدی کے مجدد تھے اور عدل، تقویٰ خوف خدا میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ آپ کا زمانہ خلافت 99ھ تا 102ھ ہے۔ آپ نے اپنی سلطنت کے ہر گوشہ میں یہ فرمان بھجوایا کہ حدیث کے حلقہ ہائے درس قائم کئے جائیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ تھے۔

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو ضبط تحریر میں لے آؤ۔ کیونکہ مجھے ڈر ہے مبادا علم مٹ جائے اور علماء رخصت ہو جائیں اور دیکھو آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے علاوہ کچھ اور قبول نہ کیجیو۔ نیز علم کی توسیع و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو جاؤ اور عملی مجالس قائم کی جائیں تا آنکہ ہر نابلد اس کوچہ سے شناسا ہو جائے کیونکہ علم پوشیدہ ہونے سے ہی مٹا کرتا ہے۔

(بخاری کتاب العلم)

چنانچہ انہوں نے حضرت امام زہری (جو مدینہ کے چوٹی کے عالم اور فقیہہ تھے) اور حضرت ابوبکر بن حزم کو احادیث کی جمع و تدوین پر مقرر فرمایا۔ مشہور تو یہ ہے کہ اس علم پر سب سے پہلی کتاب امام زہری کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سے بھی پہلے ہمام بن منبہ نے ایک کتاب لکھی جو آج بھی برلن یونیورسٹی میں موجود ہے۔ ہمام بن منبہ کی وفات 102 ہجری میں ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے حضرت امام زہری کی کتاب کو اولیت کی شہرت اس لئے ہوئی کہ اسے حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔

اس کے بعد ربیع بن صبیح اور ابن جریج نے حدیث کی کتب مدوّن کیں۔ ان کتب کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان میں ابواب و فصول قائم کرکے ان کے ماتحت احادیث جمع کی گئی تھیں۔ گویا مضامین کی ترتیب کو زیادہ ملحوظ رکھا گیا۔ ابن جریج کی وفات 150ھ میں ہوئی اور ربیع بن صبیح کی 160ھ۔ میں اس دور میں مختلف مقامات پر کتب حدیث کو ابواب اور فصول کے لحاظ سے مدون کیا گیا۔ چنانچہ بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ کوفہ میں سفیان ثوری، شام میں ولید بن مسلم نے اسی طرح احادیث کی کتب کو مدوّن کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اب یہ کتب ناپید ہیں۔

ان کتب کے بعد سب سے مشہور اور مستند کتاب مؤطا امام مالک ہے۔ حضرت امام مالک کی وفات 179ھ میں ہوئی۔ مؤطا کے معنے ہی یہ ہیں کہ جس پر علماء کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب کو انہوں نے مختلف بلاد و امصار کے علماء کے سامنے پیش کیا۔ اور ہر ایک نے ان کی کدوکاوش کو سراہا۔ اس کتاب میں فقہ کا رنگ غالب ہے۔ امام مالکؒ کے تیرہ سو شاگرد تھے جن میں ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، محمدؒ جیسے پایہ کے عالم اور امام شامل ہیں۔

اس کے بعد دوسری صدی کے آخر اور تیسری کے آغاز میں اس علم کا زبردست ارتقا ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں صحاح ستہ یعنی حدیث کی چھ مشہور کتب مدوّن کی گئیں یعنی بخاری مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ ان میں سے بخاری کو تقدیم حاصل ہے۔ اور اس کتاب کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا گیا ہے۔ اور حق یہی ہے کہ یہ کتاب اس عظیم توصیف کی مستحق ہے۔ تاہم بعض مستشرقین کے نزدیک مسلم ترتیب کے لحاظ سے فوقیت لے گئی ہے۔

## علم حدیث اور تاریخ میں احتیاط کے اعتبار سے فرق

حدیث کے بارہ میں اس قدر احتیاط برتی گئی ہے کہ متن حدیث سے پہلے راویوں کا ایک سلسلہ بیان کیا جاتا ہے۔ جسے اصطلاح علم حدیث میں سند کہا جاتا ہے اور حدیث کی صحت کو پرکھنے کے لئے اس سلسلہ رواۃ کا تسلسل اور راوی کا معتمد علیہ ہونا بھی ضروری ہے۔ گویا یہ پرکھنا بھی ضروری قرار دیا کہ حدیث کو بیان کرنے والے کون ہیں۔ ان کے حافظہ اور دیانت کا کیا پایہ ہے۔ کیا دنیا کے کسی علم میں بھی یہ احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے؟ اس علم کو علم روایت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اور علم حدیث کی اس شاخ پر کئی کئی جلدوں کی ضخیم کتب تالیف کی گئیں۔ اسی لئے بعض مستشرقین نے کہا ہے کہ علم اسماء الرجال کے موجد مسلمان ہی ہیں۔ بایں ہمہ متن کی قبولیت کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ اس کا بیان کرنے والا دیانت دار، متقی اور بلا کا حافظہ رکھنے والا ہے۔ بلکہ متن کو مفہوم کے اعتبار سے پرکھنے کے لئے بھی بعض اصول وضع کئے گئے۔ اس علم کو علم درایت کہتے ہیں۔ محدثین نے علم حدیث میں ''الکاذب قد یصدق'' ایک جھوٹا بھی کبھی تو سچ کہہ ہی دیتا ہے کے اصول کو تسلیم ہی نہیں کیا۔ بلکہ اگر کسی شخص کے دامن کردار پر کبھی جھوٹ کا دھبہ لگا ہے تو یہ حدیث کو پایۂ ثقاہت سے گرا دے گا کیا ایسی پرکھ اور چھان بین کا یہ طریق کسی قوم نے کبھی اختیار کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ تاریخ اور سیرت کی ہر کتاب سے زیادہ قابل اعتماد حدیث کی کتاب ہے۔

## قرآن کی موجودگی میں حدیث کا مطالعہ کیوں؟

بعض حلقوں کی طرف سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ جب ہمیں قرآن جیسی کامل کتاب میسر ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ و لا من خلفہ تو پھر ہمیں حدیث کے مطالعہ کی جس میں وضع یعنی بناوٹ کی آمیزش ہو گئی ہے۔ کیا ضرورت ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ قرآن کے ہر لفظ کی حفاظت کے متعلق خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ لیکن واضح رہے کہ قرآن ہمیں درختوں کے ساتھ لٹکا ہوا نہیں مل گیا تھا۔ بلکہ اس مقدس کتاب کو وہ دانائے راز لایا تھا جس کی پیروی کی ہمیں ہدایت کی گئی ہے۔ اس نے قرآن کی تشریح اپنے عمل اور اپنے قول سے کی ہے۔ خود قرآن کے نازل کرنے والے خدائے ذوالعرش نے فرمایا تھا کہ جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے وہ منع کرے اس سے رک جاؤ۔

### دوم

قرآن کو قانون اولین کی حیثیت حاصل ہے اور حدیث کو قانون ثانوی کی۔ کیا قانون اولین کے ساتھ دنیا میں قانون ثانوی کا مطالعہ ضروری نہیں ہوا کرتا؟

## سوم

کیا قرآن کی موجودگی میں آپ دوسرے اسلامی علوم کا مطالعہ نہیں کرتے؟ پھر حدیث کے مطالعہ سے گریز کیوں کیا جائے۔

## چہارم

ہم حدیث کا قرآن کے مقابل مطالعہ کرنے کیلئے نہیں کہتے اور نہ اسے صحت میں قرآن کے برابر قرار دیتے ہیں لیکن اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں دنیا کے تمام منقولی علوم سے زیادہ احتیاط ملحوظ رکھی گئی ہے۔ جہاں تک بناوٹ کی آمیزش کا سوال ہے یہ درست ہے کہ حدیث کی کتب میں بعض وضعی احادیث بھی آ گئی ہیں لیکن کسی کا یہ کہنا کہ یہ حدیث وضعی ہے اس امر کی واضح دلیل ہے کہ وضعی حدیث کو صحیح حدیث سے الگ کر دیا گیا ہے۔ ہمارے زمانہ سے بہت پہلے اس ضمن میں اصول وضع کر کے حدیث کی ہر طرح چھان پھٹک کر دی گئی ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کا قول ہے اور یہ آپؐ کا قول نہیں ہے۔ بلکہ میں پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حدیث کے بارہ میں جو احتیاط برتی گئی ہے وہ باقی الہامی کتب کے بارہ میں بھی روا نہیں رکھی گئی۔ چہ جائیکہ ان مذاہب کے بانیان کے حالات کے بارہ میں۔ پس سقیم اور وضعی احادیث کو الگ کر دینے کی وجہ سے حدیث کی ثقاہت کا پایہ تو اور بھی بلند ہو جاتا ہے۔

## حدیث کی افادیت

یہ امر بھی مسلم ہے کہ سیرت اور شخصیت کا مطالعہ انسان میں اعلیٰ اخلاقی قدریں پیدا کرنے کا ایک بڑا سبب ہے۔ پھر اس عظیم شخصیت کی سیرت کا مطالعہ کیوں مفید نہیں جس نے مکہ میں دس سال ہر قسم کے ظلم سہہ کر مدینہ کی تیرہ سالہ زندگی میں دنیا کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔ جو مکہ سے صرف ایک ساتھی کے ساتھ چھپتا چھپاتا۔ مدینہ پہنچا تھا۔ لیکن جب اس نے مکہ کا آخری بار سفر فرمایا تھا تو میدان عرفات میں اس کے زندگی بخش پیغام کو سننے کے لئے ایک لاکھ چوالیس ہزار عشاق گوش بر آواز تھے۔ جس نے عرب کے وحشیوں کو دنیا کا معلم بنا دیا۔ اس کی زندگی کا مطالعہ کیوں ضروری نہیں اور اس کی سیرت کے مطالعہ کے لئے بہترین ذخیرہ اور اصل منبع حدیث ہے۔

آپ نپولین کی زندگی کا مطالعہ ضروری خیال کرتے ہیں۔ آپ جمال الدین افغانی کی زندگی کا مطالعہ ضروری سمجھتے ہیں تو رسول خدا ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیوں ضروری نہیں؟

**دوم**

حدیث کا مطالعہ آپ کے دل کی کائنات میں تبدیلی پیدا کرنے کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ حضرت معاویہؓ جیسا جابر امیر ایک حدیث سن کر بھرے دربار میں رو رو کر ہلکان ہوا تھا۔ اور حدیث کو بیان کرتے وقت ابوہریرہؓ خوف خدا سے بخشش کھا جاتے تھے۔

**سوم**

آنحضرت ﷺ کی محبت جزو ایمان ہے۔ حدیث میں آ ہے **لا یؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین۔**

متاع ایمان ناقص ہے جب تک آنحضرت ﷺ کی محبت سے دل سرشار نہ ہو۔ اور اس محبت کی تخلیق کا بہترین باعث حدیث کا مطالعہ ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں۔ جب ہم آنحضرت ﷺ کو سپرد خاک کر کے آئے تو ہم نے محسوس کیا کہ ہمارے دلوں کی کیفیت وہ نہیں رہی جو آپ کی موجودگی میں ہوتی تھی۔ اس پر ہم ایک دوسرے کو کہتے۔ آؤ بیٹھ کر دو گھڑی ایمان تازہ کریں۔ یعنی آنحضرت ﷺ کا ذکر خیر کریں۔ اس مفہوم کو ایک عاشق صادق نے یوں ادا فرمایا ہے۔

دیدار گر نہیں ہے تو گفتار ہی سہی
حسن و جمال یار کے آثار ہی سہی

اگر آنحضرت ﷺ کے صحابہ کو آپؐ کا ذکر خیر کر کے ایمان تازہ کرنے کی ضرورت تھی، حالانکہ ان مقدسین نے ان مبارک ایام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اس حلاوت کو ان کے کام و دہن نے بارہا محسوس کیا تھا تو میں اور آپ ایمان اور افزائش ایمان کے لئے ان ایام اور واقعات کے تذکرہ کے کس درجہ محتاج ہیں؟

**چہارم**

حدیث کے مطالعہ سے کبھی آپ آنحضرت ﷺ کو صحابہ کی مجلس میں رونق افروز ہو کر روحانیت کے پھول بکھیرتے مشاہدہ کریں گے اور کبھی آپ پیغمبر صحرا ﷺ کو بدر کے میدان میں گھاس پھونس کے جھونپڑے میں اپنے مولیٰ سے محو نیاز پائیں گے۔ کبھی آپ احد کے میدان میں شہداء احد کی قبروں پر رو رو کر ان سے رخصت ہوتے دیکھیں گے اور کبھی آپؐ کا وجدان آپ کو یوم خندق کا نظارہ کرائے گا جہاں آپؐ اس مقدس مزدور (رسول خدا ﷺ) کو پیٹ پر پتھر باندھ کر کدال چلاتے دیکھیں گے۔ کبھی بستر مرگ پر لخت جگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے آنسو پونچھتے دیکھیں گے اور کبھی بیماری کی شدت میں دو صحابہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر گھسٹتے ہوئے پاؤں کے ساتھ نماز کے لئے آتے دیکھیں گے۔ کبھی قیصر و کسریٰ کے کروفر کے خاک آلود ہونے کی پیشگوئی سنیں گے اور کبھی سراقہ کے ہاتھوں میں شاہوں کے کنگن آنے کی پیشگوئی پڑھیں گے کبھی آقائے یثربی کو حبشی نژاد بلال رضی اللہ عنہ سے پیار کرتے دیکھیں اور کبھی درویشان مسجد نبوی کے ساتھ ایک پیالہ میں دودھ پیتے دیکھیں گے اور کبھی یہ مطالعہ کریں گے کہ اس شاہ عرب وعجم نے جس صبح وفات پائی تھی اس شب گھر کا چراغ تیل مستعار لے کر جلایا تھا۔

آپ ہی فیصلہ کر لیجئے کہ ان واقعات کے مطالعہ سے کشت ایمان عرفان کے سبزہ سے لہلہائے گی یا نہیں؟

## افراط وتفریط سے بچیے

اور آخر میں یہ کہنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں افراط وتفریط سے بچتے رہیئے۔ حدیث کے مقام کے بارہ میں دو گروہوں نے افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ ایک نے حدیث کو قرآن پر مقدم کیا اور کہا کہ حدیث سے ہی ہم قرآن کا منشاء سمجھ سکتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے حدیث کو معیار اور کسوٹی بنا لیا۔ جہاں دوسرے گروہ نے کہا دین کو سیکھنے کے لئے حدیث کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ یہ دونوں گروہ جادۂ اعتدال سے منحرف ہو گئے۔

صحیح مسلک یہی ہے کہ قرآن مقدم ہے اور معیار قرآن ہے نہ کہ حدیث۔ قرآن خدا کے منہ کی باتیں ہیں اور حدیث اس کے برگزیدہ رسولؐ کے ارشادات۔ پس خدا کے قول قرآن کو بھی پڑھو لیکن اس کے لانے والے کی بھی سنو کہ وہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ۔

**ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی**

(الفضل 10,9 جنوری 1959ء)

مکرم مرزا سعید احمد صاحب

# مکرم میجر جنرل (ر) چوہدری ناصر احمد صاحب

## آف لاہور کے ساتھ گزرے لمحات

خاکسار 1987ء میں اسلام آباد سے ٹرانسفر ہو کر لاہور آیا اور اتفاق سے ماڈل ٹاؤن سی بلاک میں کرایہ پر مکان ملا۔ اس سے قبل جماعت لاہور اور حلقہ ماڈل ٹاؤن سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ تھا۔ صرف اتنا پتہ تھا کہ بیت النور ماڈل ٹاؤن سی بلاک میں ہے۔ اب چونکہ میری رہائش بھی سی بلاک میں تھی اس لئے نمازیں بڑی سہولت سے بیت النور میں ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی اور حلقہ کے بزرگ احباب سے تعارف حاصل ہوا اور جلد ہی جنرل صاحب سے نیاز حاصل ہوا مجھے یہ معلوم ہوا کہ جنرل صاحب میرے پڑوسی ہیں۔ ان دنوں مکرم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب صدر حلقہ ہوا کرتے تھے اور مکرم جنرل صاحب سیکرٹری ضیافت تھے۔ چونکہ وہ نماز فجر اور مغرب و عشاء بیت النور میں ادا کرتے تھے اس لئے جنرل صاحب سے بلاناغہ دن میں دو تین دفعہ ملاقات رہتی تھی۔ جنرل صاحب کو میں نے ان تھک کام کرنے والا پایا۔ سلسلہ کا کام ان کے نزدیک اول نمبر پر تھے۔ تھوڑے عرصے کے بعد مکرم ڈاکٹر غلام اللہ صاحب نے خاکسار کو قائم مقام امام الصلوٰۃ نامزد کیا جس کو بعد میں جنرل صاحب نے صدر منتخب ہونے پر برقرار رکھا۔

مربی صاحب کی غیر موجودگی میں رمضان 2009ء پورا مہینہ نمازیں پڑھانے اور درس دینے کی توفیق ملی۔ اسی طرح سیکرٹری مال حلقہ کی بیرون ملک کی وجہ سے میری نامزدگی بطور سیکرٹری مال کروائی۔ اس حیثیت سے 1995ء تک تقریباً آٹھ سال خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح توسیع بیت النور پراجیکٹ کے سلسلے میں مالی امور کی نگرانی میرے سپرد کی اور اس پر ہمیشہ خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ ہر ماہ رمضان میں حلقہ ماڈل ٹاؤن کی تاریخ دہراتے وقت خاکسار کا ذکر بڑھ چڑھ کر کیا کرتے تھے۔

جنرل صاحب کے مجھ پر بہت احسانات ہیں جن کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ آموں کے سیزن میں سندھڑی آموں کا تحفہ خود آ کر عنایت کرتے تھے۔ میرے بچوں سے نہایت شفقت فرماتے تھے اور باوجود کمزوری صحت کے تمام بچوں کی شادیوں میں شریک ہوئے۔ سلسلہ کے روپے پیسے کا بہت خیال رکھتے تھے اور اس سلسلے میں بہت Rigit تھے۔ مرکزی عہدیداران کی بہت عزت وتکریم کرتے تھے اور جس کام کے لئے انہیں مرکز کی طرف سے بھیجا گیا۔ اس کی تکمیل کے لئے بھرپور تعاون کرتے تھے۔

میرا ماڈل ٹاؤن میں گزارا ہوا ہر دن جنرل صاحب مرحوم کے حسن سلوک سے یادگار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں فردوس بریں میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے اور ان کے لواحقین کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

بقیہ صفحہ 6

☆ معاشرتی میل جول میں کمی بھی ایک وجہ ہے۔

☆ والدین کی بے اتفاقی اور ناچاقی بھی ایک وجہ ہے۔

☆ غیر مستحکم خاندانی نظام اور معاشرتی رویہ بھی لڑکیوں کی بروقت شادی میں بڑی رکاوٹ ہے۔

**نو بیاہتا جوڑے کے لئے دعا**

اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تم دونوں پر برکت نازل کرے اور تم دونوں کو نیکی پر جمع کرے۔

(جامع ترمذی کتاب النکاح باب ماجاء للتزوج)

مکرم محمد طارق محمود صاحب

# مختلف مذاہب اور اقوام میں شادی کا بندھن

## شادی ایک مقدس بندھن

انسانی زندگی کا بنیادی پہلو نکاح اور شادی ہے۔ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ کائنات کی ہر شے اپنی پیدائش اور پھر بقائے حیات اور بقائے نسل کے لئے کسی ساتھی یا زوج کی متقاضی ہے اور کائنات کی کوئی چیز اور کوئی ذرہ بھی اس ازلی و ابدی قانون قدرت سے مستثنٰی نہیں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ مثلاً

والذی خلق الازواج کلھا

(سورۃ الزخرف:13)

اور اسی نے (تمہارے لئے) ہر قسم کے جوڑے پیدا کئے ہیں۔

اسی طرح فرمایا اور ہر ایک چیز کے ہم نے نر و مادہ بنائے ہیں تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔

(الذاریات:50)

جوڑوں اور زوجین کا یہ قانون صرف انسانوں اور حیوانوں تک ہی محدود نہیں بلکہ نباتات اور جمادات میں بھی قدرت کا یہ قانون جاری و ساری ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور ہم نے بادلوں سے پانی اتارا اور پھر اس میں ہر قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کئے۔

(سورۃ القمان:11)

نر اور مادہ کے اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے پھلوں تک بھی پھیلا دیا۔ چنانچہ فرمایا اور ہر قسم کے پھلوں میں سے اس نے دونوں قسمیں (نر و مادہ) بنائی ہیں۔ (سورۃ الرعد:4)

خلاصہ کلام یہ کہ دنیا کی کوئی چیز بھی اپنی حیات کے بقا اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے نر اور مادہ یا جوڑے کے وجود سے مستثنٰی نہیں ہے یہاں تک کہ زوجین کے اس سلسلہ کا اطلاق غیر مادی اشیاء پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا وہ رات کو دن پر لا ڈالتا ہے یقیناً اس بات میں سوچنے والی قوم کے لئے بہت سے نشانات ہیں۔ (سورۃ الرعد:4)

اس سلسلہ زوجین میں جو حسن و خوبصورتی اور دلکش کارکردگیاں نظر آتی ہیں۔ ان میں دیگر وجوہات کے علاوہ اس کی وجہ افزائش نسل اور بقائے نسل کے ساتھ ساتھ تسکین و راحت کا حصول بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اسی قسم سے اس کا جوڑا بنایا ہے تا کہ وہ اس کی طرف رغبت کر کے سکون پائے پس جب وہ اسے ڈھانپ لیتا ہے تو وہ خفیف سا بوجھ اٹھا لیتی ہے۔

(سورۃ الاعراف:190)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سورتوں کا تعارف اور ان کی مختصر تشریحی نوٹس میں سورۃ یٰسین آیت نمبر 37 کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ:

نزول قرآن کے زمانہ میں تو عربوں کے نزدیک نر اور مادہ کی صورت میں صرف کھجوروں کے جوڑے ہوا کرتے تھے اور کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ہر قسم کے پھلوں کے اور پودوں کو جوڑا جوڑا بنایا ہے بلکہ آیت نمبر 37 یہ دعویٰ کرتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز جوڑا جوڑا ہے آج کی سائنس نے اسی حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے یہاں تک کہ مادہ کے اور ایٹمز (Atoms) کے بھی اور (Sub Atomic) ذرات کے بھی جوڑے جوڑے ہیں۔ غرضیکہ جوڑوں کا مضمون ایک لامتناہی مضمون ہے اور توحید کے مضمون کے سمجھنے کے لئے اس مضمون کا سمجھنا ضروری ہے صرف کائنات کا خالق ہی ہے جس کو جوڑے کی ضرورت نہیں ورنہ سب مخلوق جوڑے کی محتاج ہے۔

ان جوڑوں کی افادیت کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ الاعراف آیت 190 میں بیان کیا گیا ہے کہ

1۔ ہر ایک چیز کا جوڑا اسی کی جنس سے بنایا گیا ہے۔

2۔ سلسلہ زوجین قیام تسکین قلب و روح کی خاطر کیا گیا ہے۔

3۔ جوڑوں کا مقصد افزائش و بقائے نسل بھی ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت میں زوجین کے باہمی سلسلہ کے قیام کے ضمن میں جو پہلا مقصد بیان کیا گیا ہے وہ تسکین اور راحت کا حصول ہے۔ گو یہ درست ہے کہ زوجین کا اصل مقصد افزائش نسل ہی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف یہی مقصد اس سلسلہ زوجین کے قیام کا نہیں۔ بلکہ اگر کسی نقص یا کمزوری کی بنا پر جس کا ازالہ فریقین کے دائرہ اختیار سے باہر ہو اور افزائش نسل کے ذرائع نہ بھی رکھتے ہوں تب بھی حصول مودت و رحمت اور تکمیل سکون و رحمت کے لئے زوجین کا باہمی تعلق از بس ضروری ہے۔ زندگی میں ایک خاص عرصہ افزائش نسل کے لئے موزوں اور مخصوص ہے یعنی جوانی سے بڑھاپے کی درمیانی حالت تک اور اس میں بھی استثنائی حالت موجود ہے۔ اس کے باوجود ہر مرد اور عورت (زوجین) میں اپنے آخری وقت تک یعنی موت تک باہمی محبت و مودت اور شفقت و پیار قائم رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عدم سے اور ابتداء سے ہی ہر شے کا جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے تبھی تو کائنات کی ہر چیز پھلتی پھولتی اور پھیلتی نظر آتی ہے اور زندگی کی رونق بھی جوڑوں کی وجہ سے نظر آتی ہے۔ لیکن اگر صرف نروں کو اکٹھا کیا جائے یا صرف مادہ کو اکٹھا کیا جائے یعنی زوجین کا باہمی تعلق ختم کر دیں۔ تو نتیجہ صفر نکلے گا اور زندگی پھیکی اور بے مزہ ہو گی اور دنیا کی ہر چیز سکڑ جائے گی۔ گویا ہر نر، مادہ کے لئے اور ہر مادہ، نر کے لئے بیقرار اور اس کی متلاشی رہتی ہے اور یہی فطرت کی آواز ہے اور جب یہ دونوں ملیں گے تو افزائش نسل ہو گی ورنہ جیسے عدم سے آئے تھے ویسے ہی لوٹ جائیں گے اور یہ دنیا بالکل بے آباد اور ویران نظر آئے گی۔

لہٰذا کسی وقت اور کسی بھی حالت میں کسی کا تجردانہ زندگی گزارنا الٰہی حکمت اور قانون قدرت کے خلاف ہے اور قرآن کریم کے حکیمانہ احکام سے غیر مطابقت رکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

النکاح من سنتی ...... (ابن ماجه)

یہ کہ نکاح میری سنت ہے۔ پس جو کوئی بھی میری اس سنت سے پہلوتہی کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

کائنات کی ہر شے کو اپنے قیام اور استحکام کے لئے سلسلہ زوجیت کی ضرورت ہے۔ غور فرمائیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا اور پھر اسے اداس سا دیکھا تو خدا نے فرمایا:

آدم کا اکیلا رہنا اچھا نہیں اس کے لئے ایک مددگار اس کی مانند بناؤں گا۔

(پیدائش باب 2 آیات 19,18)

سلسلہ زوجین کے اس بنیادی مقصد کا ذکر نئے عہد نامہ کی کتاب متی کی انجیل (باب 19 آیات 1 تا 6) میں ان الفاظ میں ملتا ہے۔

جب یسوع یہ باتیں ختم کر چکا تو ایسا ہوا کہ گلیل سے روانہ ہو کر ہر دن کے پار یہودیہ کی سرحدوں میں آیا۔

اور فریسی اسے آزمانے کو اس کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا ہر ایک سبب سے اپنی بیوی کو چھوڑ دینا روا ہے۔

اس نے جواب میں کہا کیا تم نے نہیں پڑھا کہ جس نے انہیں بنایا اس نے ابتدا ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا کہ

اس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک جسم ہوں گے۔

پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

’’جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو گندے برتن کی طرح مت توڑو‘‘۔

(تحفہ گولڑویہ ص 25 اربعین نمبر 3 ص 38 حاشیہ)

پرانا عہد نامہ استثناء باب 7 آیت 3 میں لکھا ہے

اور جب خداوند تیرا خدا ان دشمنوں کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو ان کو مار لے تو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا تو ان سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا نہ ان کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے ان کی بیٹیاں لینا۔ کیونکہ وہ تیرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کر دیں گے تا کہ وہ اور معبودوں کی عبادت کریں۔ (استثناء باب 7 آیات 4,3)

## نکاح کی فرضیت

نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک تمدنی معاہدہ ہے جو ان کے جنسی تعلق کو جائز ٹھہراتا ہے۔ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر نکاح سے متعلق ہدایات کا بیان ہے۔ جیسے فانکحوا اور انکحو الایامیٰ وغیرہ

حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے نوجوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی مقدرت رکھتا ہو تو چاہئے کہ وہ نکاح کرے کیونکہ نکاح آنکھوں کو خوب نیچا کر دیتا ہے اور پوشیدہ اعضاء کو برائی میں پڑنے سے محفوظ رکھتا ہے۔ (بخاری کتاب النکاح)

## مختلف قوموں میں شادی کا طریق کار

دنیا کے مختلف علاقوں، قبیلوں، قوموں اور مذہبوں میں شادی کا طریقہ کار مختلف ہے۔ بعض میں باپ کو خاندان میں مرکزی حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔ بیوی اپنے خاندان میں رہتی ہے۔ اس کے اپنے خاندان میں بھی باپ کو کمتر حیثیت حاصل ہوتی ہے زیادہ اختیار اس کے بڑے بھائی یا طاقتور بھائی کا ہوتا ہے۔

سماٹرا کے اورنگ ممق (Orang Mamaq) قبیلہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ قبیلے سے باہر ازدواجی تعلقات قائم کرنے والے متعدد گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ شوہر اور بیوی اپنے اپنے گروہوں میں رہتے ہیں۔ شوہر کبھی کبھار سسرال میں آ کر بیوی کے پاس رہنے لگتا ہے۔ جہاں خاندان کا سربراہ بیوی کا بڑا بھائی ہوتا ہے۔ جبکہ اس کے شوہر اور باپ کو خاندان کا حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ تاہم ان کی شادیاں نہ صرف یک زوجی (Monogamous) ہوتی ہیں بلکہ اتنی مستحکم ہوتی ہیں کہ سوائے موت کے انہیں کوئی چیز ایک دوسرے سے دور نہیں کر سکتی۔

ملایا (آجکل کے ملائشیا) کے پہاڑی جزیرہ پاڈانگ میں بھی ایسی شادیاں دیکھی گئی ہیں کہ شوہر کبھی کبھار ہی بیوی کے خاندان میں جاتا ہے۔ شادی کے ابتدائی دنوں میں وہ دن کے وقت جاتا ہے۔ چاول کے کھیت کے کام میں اس کا ہاتھ بٹاتا ہے۔ دوپہر کا کھانا اس کے ساتھ کھاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ رات کے وقت جانے لگتا ہے اور وہاں شب بھر قیام بھی کر سکتا ہے۔ شب باشی اس کے وفادار شوہر ہونے کا ثبوت سمجھی جاتی ہے۔ حسب رواج وہ بیوی بچوں کے پورے اخراجات برداشت نہیں کرتا ہے۔ صرف جزوی طور پر مدد کرتا ہے۔ بیشتر اخراجات بچوں کے ماموں برداشت کرتے ہیں۔ دیگر ذمہ داریوں کے حوالہ سے اسی کو

باپ اور سربراہ سمجھا جاتا ہے۔

# شادیوں کے بارے میں مذہبی تصورات

## یہودی تصور

سامیوں کا عقیدہ ہے کہ جو شخص بغیر اولاد فوت ہو جائے۔ عالم برزخ میں وہ اس ثواب سے محروم رہے گا۔ جو صاحب اولاد لوگوں کو اپنے بچوں کی طرف سے صبح شام وصول ہوتا رہتا ہے۔ یہودی مذہب میں شادی ایک مذہبی فریضہ سمجھی جاتی ہے۔ جو شخص یہ فرض ادا نہیں کرتا وہ خون ریزی کا مجرم ہوتا ہے اور خدا کی عظمت کو کم کرنے کی کوشش کا مرتکب بنتا ہے۔ اس کی یہ کوتاہی اسرائیل پر خداوند کی رحمتوں اور برکتوں کے خاتمے کی صورت میں اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا عدالت ہر مرد کو جس کی عمر 20 سال سے زیادہ ہو جائے شادی کرنے پر مجبور کرسکتی ہے۔

تلمود کے احکامات میں مرد کی شادی کی نارمل عمر 18 سال اور عورتوں کی 13 سال مقرر کی گئی ہے لیکن یہودیوں کے ہاں عملاً شادیاں اس سے کم عمر میں بھی ہوتی رہی ہیں۔

تیرہویں صدی میں یہودی لڑکیوں کی شادیاں بلوغت سے پہلے کر دی جاتی تھیں اور سترہویں صدی کے دوسرے نصف حصے میں دلہا دس سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچتا تھا کہ اس کی شادی ہو جاتی تھی اور دلہن کی عمر اس سے بھی کم ہوتی تھی۔

(ابراہام جیوش لائف ان دی مڈل ریجنز ص 167۔ شادی کی تاریخ از ویسٹر مارک 157,156)

## اسلامی تصور

اسلام میں شادی ایک قانونی معاہدے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ ایک مذہب فریضہ بھی ہے اور ہر مومن مرد اور عورت کو (جسمانی اہلیت کے مطابق) اس کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی بندہ خدا شادی کرتا ہے تو وہ اپنے دین کو مکمل کر لیتا ہے۔

ایک اور حدیث جو مشکوٰۃ شریف میں ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ پھر اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم صحت کے اعتبار سے تندرست ہو۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو اس پر رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ پھر تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔

مسلم ممالک میں کسی آدمی کا کافی عمر ہو جانے کے بعد اور کوئی معقول عذر کے بغیر، کنوارہ رہنا نہ صرف معیوب بلکہ باعث بدنامی بھی سمجھا جاتا ہے۔

ایران میں شادی کی عمر 21 سال، افغانستان میں مردوں کے لئے 20 سال اور لڑکیوں کے لئے پندرہ سولہ سال کی عمر مقرر ہے۔ وغیرہ

## مسیحی تصور

تمام مسیحی ممالک کے قوانین میں شادی کے لئے کم سے کم عمر کا تعین کر دیا گیا ہے۔ رومن لاء میں دلہا کے لئے عمر 14 سال اور دلہن کے لئے 12 سال مقرر کی گئی تھی۔ جس کی چرچ نے منظوری دی تھی۔

برطانیہ، امریکہ، سپین، پرتگال، یونان، میکسیکو، چلی اور امریکہ کے متعدد رومن کیتھولک ملکوں میں یہ قانونی دفعہ نافذ چلی آرہی ہے۔ آسٹریا میں مرد اور عورت کی شادی کی عمر 14 سال، سربیا اور کاکیشیا میں مردوں کی عمر 15 سال اور عورتوں کے لئے 13 سال وغیرہ۔

تاہم جن ملکوں میں جہاں کلیسا کی طرف سے تجویز کردہ عمر کو قانونی حیثیت حاصل نہیں۔ شادی کی راہ میں کم سے کم عمر کے حوالے سے کوئی مشکل ہو تو عدالت استثنائی قواعد کے ذریعہ اسے دور کر دیتی ہے۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ مختلف ممالک اپنے اپنے حالات کے مطابق قوانین میں تبدیلی کرتے رہتے ہیں۔ (شادی کی تاریخ ص 163 تا 166)

## ہندو تصور

زمانہ قدیم کی آریائی اقوام تجرد کی زندگی گزارنے کو مہا پاپ اور بدشگونی سمجھتی تھیں۔ مہا پاپ اس لئے کہ جو شخص شادی نہیں کرتا تھا وہ خاندان کے مردہ لوگوں کی روحوں کو خوشیوں سے محروم کر دیتا تھا اور بدشگونی اس لئے تھی کہ خود اس کے مرنے کے بعد پوجا کر کے اس کو ثواب پہنچانے والا کوئی نہ ہوگا۔

ان کے عقیدے کے مطابق اگلے جہان میں کسی شخص کی خوشی کا انحصار اس امر پر ہوتا ہے کہ اس کے بعد اس کی اولاد نرینہ کا تسلسل ہے یا نہیں ہے۔ جو مقررہ دنوں میں پوجا پاٹ کر کے اس کی روح کی تسکین کا اہتمام کرتی رہے۔ (Mayne: Treatise on Hindu Law)

ہندوستان میں لڑکیوں کی شادیاں عموماً چودہ پندرہ سال کی عمر میں کر دی جاتی ہیں۔

ہندوؤں کی کثیر تعداد اپنے بچوں کی شادیاں شیر خوارگی کے زمانے میں کرا دیتی ہے۔

(شادی کی تاریخ 160,159)

کانجی لال اپنی کتاب ''ہندوؤں کی بچپن کی شادیاں'' میں لکھتا ہے کہ ہندو اس لئے بچوں کی شادیاں کر دیتے تھے کہ انہیں بیرونی حملہ آوروں کا ہمیشہ خطرہ محسوس رہتا تھا اس لئے وہ جلدی شادی اپنے لڑنے والوں کی تعداد بڑھانے کے لئے کراتے تھے۔

فوربز (Forbes) کہتا ہے کہ بچپن کی شادیوں کا اصل محرک یہ تھا کہ والدین کی خواہش ہوتی تھی کہ انہیں اپنی بیٹی کے لئے اچھے سے اچھا لڑکا مل جائے بعض اوقات اچھے لڑکے مناسب عمر کے نہیں مل سکتے تھے۔ مناسب لڑکا خواہ چھوٹا ہوتا یا بڑا وہ اس سے بیٹی کی شادی کر دیتے تھے۔ موزوں لڑکا ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ ہوتا تو وہ اپنی ننھی سی بچی کو بھی اس سے بیاہنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اعلیٰ ذات والوں کے لئے ایک مسئلہ یہ بھی رہا ہے کہ وہ اپنے سے کمتر ذات والوں سے رشتہ داری قائم کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اس سے ان کے لئے انتخاب کا دائرہ مزید تنگ ہو جاتا تھا، اپنی ذات میں مناسب لڑکا ہوتا تو وہ اس سے اپنی چھوٹی بچی کی بھی شادی کر دیتے تھے۔

(Oriental Memoirs-iii P302)

سر ہربرٹ ''دی پیپل آف انڈیا'' ص 190 پر چھوٹی عمر کی شادیوں کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے کہ کمسن بچیوں کی شادیوں کا رواج اس طرح چلا کہ اعلیٰ ذات کے خاندانوں نے بالخصوص ایسے خاندانوں نے جن میں قابل شادی لڑکیوں کی خاصی تعداد ہوتی تھی اپنی سماجی ضرورت کے دباؤ تلے آکر بیٹیوں کی عمر کا خیال کئے بغیر ان کی شادیاں کرنا شروع کر دیں۔ اس طرح ایک فیشن چل نکلا جسے نچلی ذات کے لوگوں نے بھی اندھا دھند اپنا لیا۔

## ہندوؤں کی شادیاں

ہندوؤں کا مذہب انہیں اپنی ذاتوں کے مابین شادیوں سے بھی روکتا ہے۔ یہ ذات پات کے نظام کی جان ہے اسی پر بس نہیں، ہندو کو نہ صرف اپنی ذات سے باہر نکل کر شادی کرنے سے باز رہنا چاہئے بلکہ ذات آگے مزید ذیلی ذاتوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اسے معمول کے حالات میں ''ذیلی ذات'' سے بھی باہر نہیں نکلنا چاہئے۔...... کچھ ایسی ذاتیں بھی ہوتی ہیں جن سے وہ لڑکی لا سکتا ہے لیکن اپنی لڑکی ان میں نہیں دے سکتا۔

(جوگندر ناتھ بھٹہ چاریہ ہندو ذاتیں اور گوتین مونیئر ولیمز انڈین وزڈم)

ہندوؤں کے رشتہ کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ:

ہمارے اس ملک میں جو ایک قوم ہندو جٹ ہیں۔ جن میں سے بعض سر پر کیس بھی رکھا کرتے ہیں۔ میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ اکثر ان کی یہ عادت ہے کہ جب وہ اپنی دختر کا ناطہ کسی جگہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے چپکے چپکے اس گاؤں میں چلے جاتے ہیں۔ جس جگہ اپنی دختر کی نسبت کرنا ان کا ارادہ ہوتا ہے تب اس گاؤں میں پہنچ کر نہایت تحقیق و تفتیش کی غرض سے پٹواری کی کھیوٹ اور گرداوری اور روزنامہ سے اور نیز دوسرے طریقوں سے بھی دریافت کر لیتے ہیں کہ اس شخص کی زمین کتنی ہے اور سال تمام کی آمدنی کس قدر ہے اور شریکوں میں اس کا حصہ کیا ہے تب اس تمام جانچ اور پڑتال کے بعد اپنی دختر یعنی لڑکی اس کو دے دیتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 2 ص 345)

## زرتشتیوں میں شادی کا تصور

زرتشتوں کی مقدس کتابوں میں لکھا ہے کہ مرد کو لازماً شادی کرنی چاہئے تاکہ ان کی نسل میں اضافہ ہو۔ آہورامزدا نے زرتشت سے کہا جو شخص شادی کرتا ہے، وہ اس آدمی سے برتر ہے جو تجرد اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ جو شخص مکان کا مالک ہو وہ بے مکان آدمی سے برتر ہے اور جو شخص با اولاد ہے وہ بے اولاد شخص سے برتر ہے۔

قدیم فارس میں کسی شخص کا بے اولاد ہونا اس کی انتہائی بدقسمتی سمجھا جاتا تھا۔ آخرت میں اس کے لئے جنت کا پل بند سمجھا جاتا تھا۔ ان کتابوں کے مطابق وہاں پل پر فرشتے اس سے پہلا سوال یہ کریں گے کہ کیا اس نے دنیا میں اپنا کوئی متبادل چھوڑا ہے جب وہ نفی میں جواب دے گا تو فرشتے اسے پل کے اسی سرے پر چھوڑ کر آگے گزر جائیں گے اور وہ سخت غمزدہ ہو کر وہیں کھڑا ہو جائے گا۔......

پارسیوں کے نزدیک زیادہ بچے پیدا کرنا اور بڑے خاندان کی پرورش کرنا دنیا کی سب سے بڑی نیکی ہے۔ (شادی کی تاریخ 162)

## ویدوں کی تعلیم

**شادی میں تفریق۔** نچلی قوم کی عورت اوپر کی قوم کے مرد سے اوپر کی قوم کی عورت نچلی قوم کے مرد سے شادی نہیں کر سکتی۔

(مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص 157)

## بدھ مت میں باہمی شادیاں

مختلف ذاتوں کے مابین بعض شرائط کے ساتھ شادیاں ہوتی تھیں۔ برہمن، کھشتری کی بیٹی کے ساتھ شادی کر لیتا تھا لیکن اپنی بیٹی کھشتری کے نکاح میں نہیں دیتا تھا۔ اسی طرح کھشتری ویش کی لڑکی لے لیتا تھا۔ لیکن دیتا نہیں تھا۔ لیکن بعد میں مخلوط شادیوں کی وجہ سے بعض الجھنیں پیدا ہو گئیں اس وجہ سے یہ رسم بھی ختم ہو گئی۔ (ص 253)

# شادیوں میں رکاوٹ کی وجوہات

☆اپنی مالی حالت، معاشی صورتحال اور معاشرتی مقام کے برخلاف ایسے رشتے تلاش کرتے ہیں جو بظاہر پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتے۔

☆اگر گھر میں آنے والے رشتہ کو انکار کرتے جائیں گے تو شکستہ دلی اور بے برکتی کا ماحول پیدا ہو جائے گا۔

☆تحقیقات کرتے وقت جماعتی نظام کے برخلاف طریقے استعمال کرنے سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں اور بلاوجہ تاخیر کا موجب بنتی ہے۔

☆دنیاوی معیار کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

☆اگر کسی جگہ رشتہ نہ ہو تو اس کے بارے میں مختلف مجلسوں میں ذکر نہیں ہونا چاہئے کہ وہ ایسے ہیں ویسے ہیں۔

☆40,30 سال کی عمر کی لڑکیاں مناسب رشتے نہ ملنے کی وجہ سے گھر میں والدین کی دہلیز پر بیٹھی ہیں۔

☆سماجی مسائل کا شکار لڑکیاں بے مقصد زندگی گزار رہی ہیں۔

☆اعلیٰ تعلیم اور ملازمت اور اچھی تنخواہ بھی رشتہ کرنے میں روک ہیں۔

باقی صفحہ 4 پر

# اطلاعات و اعلانات

**نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔**

## خدا تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کریں

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

"اگر میرے پاس احد کے برابر سونا آجائے تو مجھے خوشی اس میں ہوگی کہ اس پر تیسرا دن چڑھنے سے پیشتر اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسے خرچ کر دوں اور ضرورت سے زائد ایک دینار بھی بچا کر نہ رکھوں اور سارا مال خدا تعالیٰ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کر دوں اور لٹادوں۔" (بخاری)

احباب و خواتین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے عطایا/ صدقات مدامداد نادار مریضوں/ ڈویلپمنٹ (DV) صدر انجمن احمدیہ (فضل عمر ہسپتال) میں بھجوا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

## نکاح و تقریب شادی

مکرم مسعود احمد بوٹا صاحب سیکرٹری اصلاح وارشاد ماڈل کالونی کراچی تحریر کرتے ہیں۔

میرے بیٹے مکرم عبداللہ بن مسعود صاحب واقف زندگی سابق پرنسپل احمدیہ سائنس اینڈ ٹیکنیکل کالج الارو نائیجیریا کے نکاح کا اعلان مکرمہ ڈاکٹر انیلا احمد بھنوں صاحبہ واقفہ نو بنت مکرم ڈاکٹر فضل محمود بھنوں صاحب میڈیکل آفیسر احمدیہ ہسپتال واگا ڈوگو بورکینا فاسو مبلغ 4 ہزار یو ایس ڈالر پر مورخہ 21 دسمبر 2013ء کو بیت الفضل لندن میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کیا۔ دلہا مکرم چوہدری محمد بوٹا صاحب مرحوم سیالکوٹی کا پوتا، مکرم چوہدری محمد خالد منہاس صاحب مرحوم آف راولپنڈی کا نواسہ اور برادرم تبسم خالد منہاس صاحب مرحوم سکواڈرن لیڈر (ریٹائرڈ) کا بھانجا ہے۔ دلہن محترم ید اللہ بھنوں صاحب مرحوم سابق امیر جماعت فرانس (جنہوں نے قرآن مجید کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا تھا) کی پوتی اور حضرت عبدالرحیم صاحب درد کی بیٹی محترمہ رضیہ درد صاحبہ مرحومہ کی نواسی ہے۔ تقریب رخصتانہ یکم جنوری 2014ء کو واگا ڈوگو بورکینا فاسو میں ہوئی اور 2 جنوری 2014ء کو واگا ڈوگو میں ہی دعوت ولیمہ بھی ہوئی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دو خاندانوں اور جماعت احمدیہ کیلئے اس رشتہ کو نہایت مبارک فرمائے اور ثمرات حسنہ سے مالا مال فرمائے۔ آمین

## احمدی پی ایچ ڈی احباب رابطہ کریں

ایسے احمدی احباب و خواتین جن کی تعلیم پی ایچ ڈی ہے ان سے درخواست ہے کہ وہ نظارت تعلیم سے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ کریں اور اپنے مندرجہ ذیل کوائف بھجوا کر ممنون فرمائیں۔

نام مع ولدیت، ایڈریس، فون نمبر، ای میل ایڈریس، مضمون Ph.D، یونیورسٹی، موجودہ پیشہ، پبلیکیشنز کی تفصیل اور تفصیلی CV

نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ

info@nazarattaleem.org

مزید معلومات کیلئے مندرجہ ذیل نمبرز پر رابطہ کریں۔

047-6212473, 6215448,
0300-4350510

(نظارت تعلیم)

## درخواست دعا

مکرم احسان اللہ چیمہ صاحب نائب ناظر اصلاح وارشاد مقامی تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بڑے بہنوئی مکرم چوہدری سیف اللہ چیمہ صاحب ہارٹ اٹیک اور دماغ میں ٹیومر کی وجہ سے شدید بیمار ہیں۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں داخل ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، صحت والی فعال لمبی زندگی دے اور بیماری کے ہر قسم کے بداثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین

مکرم رانا عبدالحکیم خان صاحب کاٹھگڑھی دارالعلوم شرقی نور ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے عزیز دوست مکرم عبدالعزیز مجاہد صاحب کی اہلیہ محترمہ بشریٰ مجاہد صاحبہ ٹانگ میں فریکچر کی وجہ سے صاحب فراش ہیں۔ حالت تکلیف دہ اور تشویشناک ہے احباب سے شفائے کاملہ وعاجلہ کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم رانا سعید احمد وسیم صاحب کارکن الفضل ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کا پوتا رانا ماثر احمد خان ابن مکرم رانا توقیر احمد صاحب گزشتہ چار پانچ دن سے اسہال وغیرہ کی وجہ سے بیمار ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے صحت وتندرستی والی لمبی زندگی سے نوازے۔ آمین

## نکاح و تقریب شادی

مکرم ہومیو ڈاکٹر انعام اللہ صاحب نائب زعیم ایثار مجلس انصار اللہ دارالبرکات ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی نے خاکسار کے بھتیجے مکرم عبدالوہاب طیب صاحب متعلم جامعہ احمدیہ یوکے ابن مکرم نعیم اللہ صاحب آف سوئٹزرلینڈ کے نکاح کا اعلان مکرمہ عائشہ مبشر صاحبہ بنت مکرم مبشر احمد صاحب ورک مربی سلسلہ کے ساتھ مورخہ 6 اپریل 2014ء کو نماز ظہر کے بعد بیت مبارک ربوہ میں 3 ہزار پونڈ حق مہر پر فرمایا۔ دلہا اور دلہن کا تعلق حضرت مسیح موعود کے رفقاء حضرت شیخ نور الدین صاحب آف قادیان اور حضرت خلیفہ سراج دین صاحب سیالکوٹی کی نسل سے ہے۔ اُسی روز گوندل بینکوئیٹ ہال ربوہ میں تقریب رخصتانہ کے موقع پر محترم مرزا محمد الدین ناز صاحب ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن نے دعا کروائی۔ اگلے روز اسی ہال میں دعوت ولیمہ کے موقع پر محترم سید محمود احمد شاہ صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے دعا کروائی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دو خاندانوں کیلئے اس رشتہ کو نہایت مبارک فرمائے اور ثمرات حسنہ سے مالا مال فرمائے۔ آمین

## سانحہ ارتحال

مکرم ریاض احمد ملک صاحب دوالمیال سابق امیر ضلع چکوال تحریر کرتے ہیں۔

میرے بھانجے مکرم ملک نذیر احمد صاحب (عرف سی او) ولد مکرم ملک عطا محمد صاحب دوالمیال ضلع چکوال عمر 62 سال مورخہ 11 مئی 2014ء کو بوجہ ہارٹ اٹیک اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مرحوم کی نماز جنازہ نماز مغرب کے بعد مکرم محمود احمد خالد صاحب مربی سلسلہ چکوال نے احمدیہ جنازہ گاہ دوالمیال میں پڑھائی اور احمدیہ قبرستان دوالمیال میں تدفین کے بعد مکرم مربی صاحب نے ہی دعا کروائی۔ آپ اپنے گھر میں اکیلے احمدی تھے۔ اور غالباً 1985ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ آپ کے رشتہ دار شدید مخالف تھے۔ لیکن آپ نے کسی مخالفت کی پرواہ نہ کی اور احمدیت کا مطالعہ کر کے احمدیت کو ورد جاں بنایا اور آخری دم تک اپنی بیعت پر قائم رہے۔ آپ نے اپنے تمام رشتہ داروں کو بتایا ہوا تھا کہ میرا جنازہ جماعت احمدیہ ادا کرے گی اور وہی میرا کفن دفن کریں گے۔ اور اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے آپ کے رشتہ داروں نے کوئی مخالفت نہیں کی اور ہمارے ساتھ تعاون کیا۔ ایک ہفتہ قبل نماز جمعہ کے بعد جب آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی تو بہت خوش تھے اور بتایا کہ میں ماموں کیپٹن عبدالمالک صاحب مرحوم کے گھر سے تمام سلسلہ کی کتابیں لے کر آگیا ہوں اور اب وہ میرے کمرے میں ہیں اور اب میں ان کا پھر سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ اور اصل مقصد ان کو لانے کا یہ ہے کہ شاید میرے بیوی بچے ان کو پڑھیں اور ان کے دل میں یہ نور سرایت کر جائے جو میری ایک دیرینہ خواہش ہے۔ اور یہ میں نے ایک دعوت الی اللہ کا طریقہ سوچا ہے۔ آپ ایک فدائی احمدی تھے۔ کوئی خوف نہیں کوئی ڈر نہیں۔ بس احمدیت کے ساتھ سچی لگن تھی۔ اور آخری وقت تک وہ لگن قائم رہی۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل اور احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

## اجتماعی وقار عمل

(مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ)

مکرم محمد انور نسیم صاحب منتظم عمومی مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ کے زیر اہتمام مورخہ 9 مئی 2014ء کو قبرستان عام میں اجتماعی مثالی وقار عمل کیا گیا۔ اس وقار عمل میں دارالعلوم غربی و شرقی، دارالنصر اور دارالیمن بلاکس کے 30 حلقہ جات کے 298 انصار نے شرکت کی۔ صبح 6 بجے مکرم سید طاہر محمود ماجد صاحب نائب زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ مقامی نے وقار عمل سے متعلق ہدایات دیں اور مکرم صفدر نذیر گولیکی صاحب منتظم تجنید نے دعا کروائی۔ قبرستان میں اُگی ہوئی جھاڑیوں، جڑی بوٹیوں اور گھاس وغیرہ کی صفائی کی گئی اور قبور پر مٹی بھی درست کی گئی۔ وقار عمل کرنے والوں میں ہر عمر کے صف اول کے عمر رسیدہ اور صف دوم کے نوجوان انصار شامل تھے۔ وقار عمل 7:30 بجے تک جاری رہا۔ بعد ازاں سب انصار کو مکرم رشید احمد صاحب الرفیع بینکوئیٹ ہال کی طرف سے ناشتہ پیش کیا گیا۔ وقار عمل کے سامان میں مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ نے خصوصی تعاون کیا۔

## مورچری کی سہولت

احباب جماعت کو اطلاع دی جاتی ہے کہ فضل عمر ہسپتال ربوہ میں مورچری یعنی میت کو سردخانہ میں رکھنے کی سہولت موجود ہے۔ ایسی صورت میں جہاں میت کو مورچری میں رکھنا ضروری ہو تو امیر صاحب جماعت/ صدر صاحب محلہ کی تصدیق سے اس سہولت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

**047-6211373,6213909,6213970**

(ایڈمنسٹریٹر فضل عمر ہسپتال ربوہ)

**عطیہ خون خدمت خلق ہے**

مشہور شہر

# سنگاپور (SINGAPORE) شیروں کا شہر

سنگاپور کے معنی ہیں ''شیروں کا شہر'' اس شہر کو یہ نام سماٹرا کے ایک شہزادے نے دیا تھا جس نے ایک بار یہاں کے جنگلات میں شکار کھیلتے ہوئے شیر دیکھے تھے۔ اپنے محل وقوع کی وجہ سے ایک عرصہ تک جاوا، تھائی لینڈ اور چین کے مابین تنازعات کا سبب بنا رہا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک نمائندے سر سٹیمفورڈ نے 1819ء میں اس کی بنیاد رکھی۔ انہوں نے اس کو مختلف علاقوں میں تقسیم کر دیا تھا جہاں ایک زبان بولنے، ایک علاقے سے تعلق رکھنے والے یا ایک مذہب کے افراد رہائش اختیار کر سکتے ہیں۔

قدرتی خوبیوں کی وجہ اور آزادانہ تجارتی پالیسی کے سبب اس کی بندرگاہ جلد ہی تجارتی سرگرمیوں کا ایک بہت بڑا مرکز بن گئی۔ ایک طرف تو سنگاپور نے تجارتی شہر کی حیثیت اختیار کر لی تو دوسری طرف برطانیہ نے اسے دفاعی اہمیت کا مقام سمجھتے ہوئے اپنی فوجی چوکیاں قائم کر لیں۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران 1942ء میں سنگاپور مختصر عرصے کے لئے جاپانیوں کے تسلط میں چلا گیا۔ جنگ کے بعد کے زمانے میں سنگاپور میں بہت سی سیاسی تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کے نتیجے میں 1965ء میں سنگاپور کی برطانوی نوآبادی کی حیثیت ختم ہو گئی اور یہاں ایک آزاد حکومت قائم ہو گئی۔ اس کی بندرگاہ بحیرہ چین، بحیرہ جاوا اور خلیج بنگال کے سنگم پر واقع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے سمندروں کی چابی کہا جاتا ہے۔ یہ تقریباً 50 بحری راستوں کا مرکز ہے۔ یہاں کا بین الاقوامی ہوائی اڈہ شہر سے ساڑھے سات میل کی دوری پر واقع ہے۔ اس کی عمارت بڑی دیدہ زیب اور ہر قسم کی سہولتوں سے آراستہ و پیراستہ ہے۔

اس کا رقبہ 93 مربع کلومیٹر ہے سنگاپور شہر سنگاپور جزیرے کے جنوبی ساحل پر واقع ہے۔

یہاں مختلف ثقافتوں کا ایک ایسا امتزاج موجود ہے جو دنیا بھر سے آنے والے سیاحوں کے لئے خصوصی دلچسپی کا حامل ہے۔ اس شہر کی سیاحت سے بھرپور لطف اندوز ہونے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس جزیرے کے بیشتر حصوں کو پیدل گھوم پھر کر دیکھا جائے۔ لٹل انڈیا اور عرب سٹریٹ سنگاپور کے ایسے علاقے ہیں جہاں برصغیر پاک و ہند اور مشرق وسطی سے تعلق رکھنے والے باشندوں کی اکثریت ہے۔ اسی علاقے میں نارتھ برج روڈ پر شہر میں گنبد والی سلطان مسجد ہے۔ یہ مسجد تقریباً 100 سال پہلے تعمیر کی گئی تھی۔

دریائے سنگاپور کے کنارے چائنا ٹاؤن آباد ہے یہاں بڑے بڑے اور پرانے گودام ہیں۔ جہاں برسہا برس پہلے درآمد شدہ مسالے ذخیرہ کئے جاتے تھے۔

سنگاپور میں بہت سی چینی عبادت گاہیں بھی ہیں۔ ان میں قدیم ترین عبادت گاہ آج بھی زیر استعمال ہے۔ اس کے علاوہ ایمپرس پیلس میں سنگاپور کے بانی سر سٹیمفورڈ کا مجسمہ نصب ہے۔

سنگاپور میں زیر سمندر زندگی کی سیر کرنے کے لئے 1992ء میں اوشیزیم بنایا گیا۔ یہ ایشیا بھر میں بحری زندگی کا مطالعہ کرنے کے کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ شیشے کی طرح شفاف پلاسٹک کی بنی ہوئی ایک طویل سرنگ سمندر میں اندر تک چلی گئی ہے اس سرنگ کے اندر جائیں تو یوں لگتا ہے جیسے سمندر کے اندر کھڑے ہوں اس سرنگ کے چاروں طرف مختلف سمندری زندگی بالکل فطری انداز میں نظر آتی ہے۔

سنگاپور کی ایک اور پُر لطف تفریح ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی اس نمائش کی سیر ہے جہاں گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں پیش کئے جانے والے دلچسپ حقائق کو سہ رخی قد آدم ماڈلز اور صوتی بصری ذرائع سے اجاگر کیا گیا ہے۔

یہاں جورنگ برڈ پارک (JURONG BIRD PARK) کے نام سے ایک مشہور پارک ہے۔ یہ چڑیا گھر 120 ہیکٹر رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ یہاں 400 سے زائد اقسام کے تقریباً ساڑھے چار ہزار پرندے یکجا کر لئے گئے ہیں مختلف اقسام کے پرندوں کے قدرتی ماحول فراہم کرنے کے لئے یہاں آبشار، جھیلیں، پہاڑ اور ریگستان تخلیق کئے گئے ہیں۔ اس کو باغات کا شہر بھی کہتے ہیں۔ سنگاپور میں سیاحوں کی سہولت کے لئے 1520 ہوٹل ہیں جن میں 16 ہوٹلوں کا شمار دنیا کے بڑے ہوٹلوں میں ہوتا ہے۔

مشہور مقامات میں پارلیمنٹ ہاؤس، ٹائیگر بالم گارڈن، اینگلیکن چرچ شامل ہیں۔ شہر میں دو یونیورسٹیاں ہیں ایک کا قیام 1953ء میں اور دوسری کا 1964ء میں عمل میں آیا۔

سنگاپور میں جماعت کا قیام 1935ء میں عمل میں آیا جب حضرت مولانا غلام حسین صاحب ایاز پہلے مربی کے طور پر سنگاپور پہنچے۔

حضرت مصلح موعود نے 1934ء میں تحریک جدید کا اعلان فرمایا اس اعلان کے بعد آپ نے مختلف ممالک میں تحریک جدید کے تحت مربیان بھجوائے۔ اس طرح سنگاپور مشن کو تحریک جدید سکیم کے تحت قائم ہونے والے مشنوں میں اولیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیرونی ممالک میں جماعتوں اور مشن کے قیام میں سنگاپور کی جماعت اور یہاں مشن کا قیام تحریک جدید کا ابتدائی پھل ہے۔

(مرسلہ: مکرم امان اللہ امجد صاحب)

## (بقیہ از صفحہ 1 پریس ریلیز)

اظہار کرتے ہوئے اس وحشیانہ اقدام اور افسوسناک واقعہ کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ توہین کے قوانین انتہا پسند عناصر کے ہاتھوں میں ایک ایسا ہتھیار بن چکے ہیں جس کو بے دریغ استعمال کر کے ذاتی دشمنی کی آگ کو ٹھنڈا کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انتہا پسند عناصر کے دباؤ پر درج ہونے والے مقدمہ سے قبل اگر تحقیقات کی زحمت گوارا کر لی جاتی تو صاف ظاہر ہو جاتا کہ ایک معمولی جھگڑے کو بنیاد بنا کر عوام کے مذہبی جذبات سے کھیلا جا رہا ہے۔ پولیس حراست میں ایک معصوم کا قتل سوالیہ نشان ہے۔ ترجمان نے کہا کہ حراست میں لئے جانے کے بعد ملزم کی حفاظت کی ذمہ داری پولیس کی تھی جس نے غفلت کا مظاہرہ کیا اور ایک قیمتی جان کا نقصان ہوا۔

جماعت احمدیہ کے ترجمان نے پولیس حراست میں قتل ہونے والے خلیل احمد صاحب کے واقعہ قتل کی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے اور کہا ہے کہ قتل کرنے والے ملزم اور اس واقعہ کی منصوبہ بندی کرنے والوں کو قانون کے مطابق کڑی سزا دی جائے۔

☆............☆............☆

عطیہ چشم خدمت خلق ہے

کمرشل رقبہ برائے فوری فروخت
کمرشل پلاٹ 10 کنال برلب سڑک سرگودھا روڈ نزد جوس فیکٹری (اڈہ احمد نگر) برائے فروخت
رابطہ: 03326213467 0019059216776

خالص سونے کے زیورات
Ph:6212868
Res:6212867
Mob: 0333-6706870
فینسی جیولرز
میاں اظہر
میاں مظہر احمد
محسن مارکیٹ
قصٰی روڈ ربوہ

Rehman Rubber Rollers & Engineering Works
Manufacturers:
Paper, Chip Board and Tanneries Rolls
Marketing Managing Director:
Mujeeb-ur-Rehman
0345-4039635
Naveed ur Rehman
0300-4295130
Band Road Lahore.

فیصل آباد میں آپ کی اپنی دکان
عزیز کلاتھ و شال ہاؤس
لیڈیز و جینٹس سوٹنگ، شادی بیاہ کی فینسی و کامدار ورائٹی
پاکستان و امپورٹڈ شالیں، سکارف جرسی سویٹر، تولیہ
بنیان و جراب کی مکمل ورائٹی کا مرکز
کارنر بھوانہ بازار۔ چوک گھنٹہ گھر۔ فیصل آباد
041-2604424,0333-6593422
0300-9651583

## ربوہ میں طلوع و غروب 19 مئی

| | |
|---|---|
| طلوع فجر | 3:35 |
| طلوع آفتاب | 5:07 |
| زوال آفتاب | 12:05 |
| غروب آفتاب | 7:03 |

## ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

### 19 مئی 2014ء

| | |
|---|---|
| 3:05 am | خطبہ جمعہ فرمودہ 16 مئی 2014ء |
| 4:10 am | سوال و جواب |
| 6:10 am | گلشن وقف نو |
| 7:30 am | خطبہ جمعہ فرمودہ 16 مئی 2014ء |
| 9:45 am | لقاء مع العرب |
| 12:05 pm | حضور انور کا دورہ مغربی افریقہ |
| 6:00 pm | خطبہ جمعہ فرمودہ 8-اگست 2008ء |
| 9:00 pm | راہ ھدیٰ |
| 11:35 pm | حضور انور کا دورہ مغربی افریقہ |

## ''سام سنگ'' کا مطلب

ٹیکنالوجی کی دنیا کی کامیاب کمپنیوں میں سے ایک نام ''سام سنگ'' (Sam Sung) کا بھی ہے جو کہ اب صرف ٹی وی کے لئے ہی نہیں بلکہ سمارٹ فونز، ٹیبلیٹس اور دیگر الیکٹرک مصنوعات کے لئے بھی جانا جاتا ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ سام سنگ کا مطلب کیا ہے؟ اس کمپنی کی بنیاد سیول جنوبی کوریا میں رکھی گئی اور اسی وجہ سے اس کا نام بھی خالص کورین زبان میں رکھا گیا ہے۔ سام سنگ دراصل دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ سام کا مطلب ہے۔ ''تین'' جبکہ سنگ کے مطلب ہے۔ ''ستارے'' یعنی تین ستارے۔ کورین زبان میں سام سنگ کا مطلب بڑا اور طاقت والا ہے۔ 1930ء کی دہائی میں جب اس کمپنی کو متعارف کرایا گیا تھا تو اس کے لوگو (Logo) کے ساتھ ''تین ستارے'' کا نشان بھی نظر آتا تھا۔ اب یہ کمپنی کوریا کے علاوہ دنیا کی 79 ممالک میں موجود ہے اور اس کے ورکرز کی تعداد 2 لاکھ 36 ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ دنیا کے 10 قیمتی برانڈز میں سے ایک ہے۔

(روزنامہ پاکستان 29/اپریل 2014ء)

FR-10